ہمارے اقتصادی نظام کی منصوبہ بندی اور اس کے فیصلوں کی بنیاد حق و حکمت پر مبنی ہونی چاہیئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶؍ستمبر ۱۹۶۹ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

۞۞۞

☆ اعداد و شمار کو چھپایا نہ جائے بدنیتی سے استعمال نہ کیا جائے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا امر ہی زمین پر چلتا ہے۔

☆ مظہرِ اَتم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔

☆ فیصلے کرتے وقت تمام رعایا کا خیال رکھو۔

☆ جب بھی کوئی منصوبہ بنائیں آئندہ نسل کا خیال رکھیں۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:

اسلام کی اقتصادی تعلیم کے اصول اور فلسفہ کے متعلق جو خطبات میں دیتا رہا ہوں انہیں کے تسلسل میں میرا آج کا خطبہ ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ قرآن کریم نے جب مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کا حکم فرمایا تو دین کے جو گیارہ لغوی معانی یہاں چسپاں ہوتے ہیں ان سب تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیا۔ اسلام نے عبادت محض ذکر کو یا محض دعا کو یا محض عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کو قرار نہیں دیا بلکہ اسلامی تعلیم انسان کے ہر عمل کے متعلق ایسی ہدایت دیتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ایک مخلص بندہ اپنے عمل کو اس کی ہدایت کے مطابق کرے تو اس کا ہر عمل خواہ وہ دنیادار کی نگاہ میں ایک دنیوی عمل ہی کیوں نہ ہو عبادت بن جاتا ہے۔ اسلام نے انسان کی اجتماعی زندگی اور اقتصادی تقاضوں کے متعلق بھی ایک حسین تعلیم ہمیں عطا کی ہے۔ اگر ہم اپنے اقتصادی تعلقات اور اقتصادی زندگی میں اسلام کی بتائی ہوئی تعلیم کو مدنظر رکھیں اور اس پر عمل کریں تو ہماری ہر اقتصادی کوشش بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت بن جاتی ہے۔

دین کے آٹھ معانی کے متعلق میں اس سے پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس کے نویں، دسویں اور گیارہویں معنی کے متعلق میں نے بیان کرنا ہے۔ سو دین کے نویں معنے حساب کرنا، محاسبہ کرنا ہیں۔ دسویں معنے ہیں فیصلہ اور گیارہویں معنے ہیں جزا اور بدلہ۔ میں نے اس سلسلہ کے پچھلے خطبہ میں دین کے آٹھویں معنے اور آٹھویں تقاضا کے متعلق کچھ بیان کیا تھا۔ میرا وہ بیان تدبیر کے متعلق تھا کیونکہ میں نے جس ترتیب سے یہ معانی لکھے ہیں اس کے لحاظ سے دین کے آٹھویں معنے تدبیر کے ہیں اور اسی پر میں نے خطبہ دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ میں ایک عظیم اقتصادی نظام دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہوں اس لئے اقتصادیات کو اپنی ڈگر پر نہیں چھوڑا جا سکتا بلکہ اس کے لئے تدبیر کرنی پڑے گی، منصوبہ بنانا

پڑے گا۔ سالانہ، چار سالہ، پانچ سالہ یا دس سالہ جیسا کہ ضرورت ہو پلان (Plan) بنانے پڑیں گے۔ سکیمیں بنانی ہوں گی، منصوبے تیار کرنے پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے سارے منصوبوں کو خالصۃً میرے لئے بنانا اور اپنے سارے منصوبوں کو اس طرح تیار کرنا کہ اس کے نتیجہ میں تم میری صفات کے مظہر بنو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں تین اور باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے جن کا تعلق تدبیر کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب تم منصوبہ بناؤ گے اور تم اپنے اس منصوبہ کی تیاری میں میری صفات کا مظہر بنو گے تو تمہارے سامنے یہ بات آئے گی کہ اس کے لئے تمہارے پاس سارے اعداد وشمار ہونے چاہئیں ساری ضرورتیں تمہارے سامنے ہوں کسی ایک خطہ کی ضرورت نہیں بلکہ تمہیں رعایا کے تمام شہروں اور تمام خطوں کی ضرورتوں کو سامنے رکھنا پڑے گا کیونکہ مکمل اعداد وشمار تیار کرنے کے بعد ہی وہ منصوبہ بنایا جا سکتا ہے جو اس تدبیر کے مطابق ہو جو اللہ تعالیٰ دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ مدبر حقیقی تو اسی کی ہستی ہے اسی کی تدبیر اور اسی کا حکم اور اسی کا امر آسمانوں اور زمین پر چلتا ہے لیکن چونکہ اس نے انسان کو اعلیٰ روحانی ترقیات کے لئے پیدا کیا تھا اس لئے اس نے انسان کو یہ اختیار دیا کہ چاہے وہ ہدایت کی راہ کو اختیار کرے اور چاہے وہ شیطانی راستوں پر چلنے لگے۔ اس اختیار دینے کے نتیجہ میں اور اس وجہ سے کہ اس نے بڑی اخلاقی اور روحانی اور جسمانی ترقیات کرنی تھیں، جہاں تک انسان کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر کے ایک حصہ کو انسان کے سپرد کیا اور اسی وجہ سے تفاوت پیدا کیا۔ کسی کو ایک قسم کی قوتیں اور استعدادیں عطا کیں اور دوسرے کو ایک اَور قسم کی قوتیں اور استعدادیں عطا کیں تا تمام بنی نوع انسان ایک دوسرے کی خدمت میں لگے رہیں اور جو حقوق اللہ تعالیٰ نے قائم کئے ہیں ان حقوق کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق قائم کرنے والے ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری تدبیر خود ہی کر دیتا جیسا کہ اس نے درختوں کے متعلق ساری تدبیر خود کر دی یا جیسا کہ ہیرے کے بننے میں جو مختلف قوتیں چاہئیں تھیں اور جتنا زمانہ چاہئے تھا اور جتنے دوروں میں سے گزر کر مٹی کے ذرّوں نے ہیرا بننا تھا یہ سارا انتظام اللہ تعالیٰ نے خود کر دیا۔ ہیروں کو اپنی ارتقا کے لئے اور اپنی خصوصیات کو کمال تک پہنچانے کے لئے کسی منصوبہ کے بنانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کے لئے روحانی ترقیات مقدر نہیں تھیں۔ یہی حال درختوں اور جانوروں کا ہے۔ انسان کے علاوہ ہر مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک کامل اور مکمل تدبیر،

ایک کامل اور مکمل منصوبہ کہ جس کے کسی حصہ پر بھی ان کا اپنا اختیار نہیں بنا دیا اور اس کے مطابق یہ دنیا چل رہی ہے لیکن انسان کے ساتھ اس نے ایسا سلوک اس لئے نہیں کیا کہ اس کے لئے روحانی ترقیات مقدر تھیں اس نے ان روحانی ترقیات کے حصول کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالینے کی خاطر بہت سے کام اپنے اختیار سے کرنے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اشیاء تو سب بنا دیں لیکن ان سے کام لینے کی قوتیں اور استعدادیں جو تھیں ان میں تفاوت پیدا کر دیا اور مختلف قوتوں اور استعدادوں کے نتیجہ میں جو پیداوار ہوئی اس کی تقسیم کے لئے خود ہدایت دی اور انسان کو کہا کہ تم میرے حکم سے صاحب اختیار تو ہو لیکن میرا یہ بھی حکم ہے کہ اگر تم نے اپنے اس اختیار کو میری ہدایت کے مطابق استعمال نہ کیا تو تم میرے غضب کے نیچے ہو گے اور اگر تم اس اختیار کو جو میں نے تمہیں دیا ہے میری ہدایت کے مطابق استعمال کرو گے تو تم میری رحمت کے سایہ تلے ہو گے اور میری خوشنودی کو تم حاصل کرو گے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے تدبیر کا ایک حصہ انسان کی روحانی ترقیات کی خاطر اس کے سپرد کیا اور اس کو کہا کہ یہ اشیاء تو میں نے بنا دی ہیں اور میں نے تمہیں بہت سی قوتیں بھی عطا کی ہیں۔ اب تم اپنے اختیار سے بہت سی ترمیمیں ان اشیاء میں کر سکتے ہو مثلاً میری مخلوق کے اجزا کو تجزیہ کے ذریعہ تم پھاڑ سکتے ہو اور علیحدہ کر سکتے ہو اور پھر ترکیب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق انہیں ایک نئی شکل میں جوڑ سکتے ہو چنانچہ نائیلون وغیرہ کے جتنے کپڑے ہیں یا بہت سے رنگ اور بہت سی جرم کش ادویہ وغیرہ ہیں وہ اسی قانون کے مطابق انسان کو ملیں۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور انسان نے اللہ تعالیٰ کی ہر اس صفت کا مظہر بننا تھا جو ہماری زندگی سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ظلی طور پر اس کے خالق بننے کے سامان پیدا کر دئے اگر وہ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو انسان اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کا مظہر نہ بنتا اگر اللہ تعالیٰ جو مدبر حقیقی ہے اس کو منصوبہ بنانے کی قوت نہ عطا کرتا تو اس میں اس صفت کا مظہر بننے کی طاقت نہ ہوتی پھر وہ مقصد حاصل نہ ہوسکتا جس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا تھا کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنے۔ مظہر اتم تو رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے لیکن ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق ذات باری کا مظہر بن سکتا ہے اور مظہر بننے کے جو سامان تھے وہ اللہ تعالیٰ نے عطا کئے ہیں۔

غرض مدبر حقیقی تو خدا تعالیٰ ہی ہے لیکن تدبیر کا ایک حصہ اس نے انسان کے سپرد کیا اور کہا کہ اگر تم میرے مدبر ہونے کی صفت کا مظہر بنو تو تم میرے قرب کو پالو گے کیونکہ ہر قسم کا قرب الٰہی حقیقۃً مظہر

صفات باری ہونے کی جھلک ہے مثلاً اللہ تعالیٰ پاک ہے اس لئے جب انسان پاک ہوتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اس لئے جب انسان اپنی خداداد طاقتوں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے قانون کو استعمال کرتے ہوئے ایک شاکر بندہ کی حیثیت میں خلق کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ''خالق'' کا مظہر بن جاتا ہے۔ وہ بعض اجزا کا تجزیہ کرتا ہے اور پھر ترکیب کے ذریعہ یعنی ان کو ملا کر نئی شکلیں بنا دیتا ہے اور اس میں نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ صفات باری کا مظہر بنے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت جس رنگ میں ہے اسی طرح اس کی اس صفت کا مظہر بننے کے نتیجہ میں اس کی ربوبیت کے جلوے بھی دنیا دیکھے، یعنی بنی نوع انسان اس کے نفس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے جلوے دیکھنے والے ہوں اور اس طرح ان میں اپنے رب کی طرف رجوع کرنے کی رغبت پیدا ہو اور ان کے لئے خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننا آسان ہو جائے کیونکہ جب وہ دیکھیں گے کہ ان جیسا ایک انسان خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن گیا ہے تو پھر ہم صفات باری کے مظہر کیوں نہیں بن سکتے۔ غرض تدبیر کے اس حصہ کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے سپرد کیا۔ اور اس کے متعلق جو اقتصادیات سے تعلق رکھنے والا مضمون تھا وہ میں پہلے پچھلے خطبہ میں بیان کر چکا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم میری ہدایت کے مطابق اس میدان میں جس میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے تدبیر کرو گے اور منصوبے بناؤ گے پلان (Plan) تیار کرو گے، سکیمیں سوچو گے، تو تمہیں تین چیزوں کی ضرورت پڑے گی ایک تو سٹیٹسٹکس (Statistics) یعنی اعداد و شمار تمہارے سامنے ہونے چاہئیں ورنہ تمہارے منصوبہ کی وہ غرض پوری نہیں ہوگی جو میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ذریعہ پوری کروں۔ پھر جب تم ان اعداد و شمار کو اپنے سامنے رکھو گے تو غور و فکر کر کے تمہیں کچھ فیصلے کرنے پڑیں گے اور تیسرے جب تم کچھ فیصلے کرو گے تو تمہارے بہت سے فیصلے جزا کے طور پر ہوں گے یعنی ان کے نتیجہ میں کسی فرد کو یا کسی گروہ کو بدلہ مل رہا ہوگا۔ تمہارے یہ تینوں عمل خالصۃً میرے لئے ہونے چاہئیں اور اس غرض سے ہونے چاہئیں کہ میرا رنگ تمہاری صفات پر چڑھے اور تم میری صفات کے مظہر بننے کے قابل ہو جاؤ۔

فرمایا جو حساب ہے یعنی اعداد و شمار ہیں وہ خالصۃً میرے لئے اکٹھے کئے جائیں اعداد و شمار کو چھپایا نہ جائے، نہ بدنیتی سے استعمال کیا جائے۔ یہ معمولی حکم نہیں ہے بلکہ بڑا ایک اہم حکم ہے کیونکہ ہم اس دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب اعداد و شمار اکٹھے کئے جاتے ہیں تو ان میں انسان (جو اللہ تعالیٰ کو نہیں

پہچانتا) بڑا دجل بھی کرتا ہے۔ مثلاً تنزانیہ (مشرقی افریقہ) سے جب غیر ملکی عیسائی حکومت جانے لگی تو اس کو پادریوں نے یہ تاثر دیا کہ وہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے اور چونکہ ان لوگوں کا دستور یہ ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے کام خوبصورت شکل میں کرتے ہیں خواہ اندر سے نیت دجل کی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ بڑی اچھی بات ہے یہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے اس لئے جب ہم اس ملک سے جائیں گے تو حکومت عیسائیوں کے سپرد کر دیں گے کیونکہ دنیا میں جمہوریت کا یہی اصول ہے کہ اکثریت کی حکومت ہوا کرتی ہے۔ انہوں نے شہریوں کے اعداد و شمار اکٹھے کئے۔ سنسز (Census) کے ان اعداد و شمار کے نتیجہ میں انہیں پتہ لگا کہ تنزانیہ میں سب سے زیادہ بد مذہب ہیں، دوسرے نمبر پر مسلمان ہیں اور سب سے کم عیسائی ہیں۔ اب ایک مصیبت پڑ گئی کیونکہ جس نیت سے سنسز (Census) کی گئی تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ انہوں نے ملک کی حکومت عام تاثر کے ماتحت عیسائیوں کے سپرد کر دی اور سنسز (Census) کے نتائج کا اعلان آج تک نہیں کیا۔ پس سٹیٹسٹکس (Statistics) کا علم جو اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت کے طور پر ہمیں دیا ہے انسانی ذہن اس کو بھی دجل اور ظلم کی راہوں پر استعمال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے یہ کام نہیں کرنے۔ تم جب بھی اعداد و شمار اکٹھے کرو تو یہ مقصد تمہارے سامنے ہونا چاہئے کہ تمام مادی اشیا اور اسباب تمام بنی نوع انسان کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور سب کے حقوق ادا ہونے چاہئیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان کا رنگ کیا ہے۔ ان کا مذہب کیا ہے، ان کے خیالات کیا ہیں، ان کے اخلاق کیسے ہیں۔ ان کا جو حق اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے وہ انہیں ملنا چاہئے کوئی دہریہ ہو یا بد مذہب یا اللہ تعالیٰ کے انبیاء کو گالیاں دینے والا اور دکھ پہنچانے والا ہو، اس کی جسمانی اور ذہنی (اخلاقی اور روحانی مطالبات تو ایک اور شکل میں پورے کئے جاتے ہیں) قوتوں کی صحیح نشوونما کے لئے جن مادی اسباب کی ضرورت ہے وہ اس کے لئے رب العالمین نے پیدا کئے ہیں۔ تم بھی جب اپنے کسی منصوبہ کے لئے اعداد و شمار اکٹھے کرو تو اس بات کا خیال رکھو کہ رعایا میں سے کوئی فرد واحد بھی ایسا نہ رہے جس کو اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ حق نہ ملے۔ اعداد و شمار کو غلط رنگ میں استعمال نہیں کرنا، بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق استعمال کرنا ہے۔

اس زمانہ میں اعداد و شمار اکٹھے کرنے مشکل نہیں اس وقت بہت سی سہولتیں حاصل ہیں۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر گھر کے متعلق معلومات حاصل کر کے رجسٹر بنا لئے تھے اور ان

کی مادی ضرورتیں ایک اصول کے ماتحت پوری کی جاتی تھیں اور وہ اصول یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حق کسی کا قائم کیا ہے وہ اسے مل جائے اور اگر پھر بھی کچھ اموال بچ جائیں تو انہیں بعض دوسرے اصولوں کے ماتحت تقسیم کر دیا جائے یعنی اللہ تعالیٰ نے مثلاً کسی کو اتنی قوتیں اور استعدادیں دی ہیں کہ اموال کی سو اکائیاں (سو یونٹ) اس کی کامل نشو ونما کے لئے چاہئیں تو پہلا اصول حضرت عمرؓ نے یہ قائم کیا کہ یہ سَو اکائیاں (یونٹ) اس شخص کو مل جانی چاہئیں خواہ وہ کوئی ہو اور اگر زائد اموال بچ جائیں جیسا کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اس ظلم کو دیکھتے ہوئے جو بے نفس صحابہ پر کیا گیا تھا انہیں ساری دنیا کے اموال عطا کر دیئے تھے۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں لا ڈالے تھے پھر بھی وہ بے نفس رہے۔ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں انہوں نے اپنی زندگی کے دن گزارے۔ ان کی ضرورتوں (ضرورت سے مراد وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ اس سے وہ حق مراد نہیں جو دنیا نے خود مقرر کر لیا ہے) کو پورا کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بعد اموال بچ جاتے تھے اور یہ اموال جو بچ جاتے تھے ان کی تقسیم کے لئے بھی حضرت عمرؓ نے بعض اصول وضع کئے تھے جن کی تفصیل میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ان اصول کے مطابق ان اموال کو تقسیم کر دیتے تھے۔ بہر حال پہلا مطالبہ جو ہمارے ربّ نے ہم سے کیا ہے یہ ہے کہ جب تم اعداد و شمار اکٹھے کرو تو وہ اعداد و شمار صحیح ہوں اور پھر جب ان اعداد و شمار کو سامنے رکھ کر تم کوئی منصوبہ بناؤ، تو اس بات کا خیال رکھو کہ وہ منصوبہ صرف پنجاب کو فائدہ پہنچانے کے لئے نہ ہو۔ وہ منصوبہ صرف مشرقی پاکستان کو فائدہ پہنچانے کے لئے نہ ہو۔ وہ منصوبہ صرف سندھ کو فائدہ پہنچانے کے لئے نہ ہو، وہ منصوبہ صرف صوبہ سرحد کو فائدہ پہنچانے کے لئے نہ ہو بلکہ وہ ایک ایسا منصوبہ ہو جس سے ہر پاکستانی شہری کو فائدہ پہنچتا ہو ورنہ تم مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ نہیں ہو گے۔ دنیا میں تم چالاکیاں کر کے شاید بعض لوگوں کی نظر میں عزت بھی حاصل کر لو، لیکن اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تم صرف اسی وقت عزت حاصل کر سکتے ہو جب تمہارے منصوبے صحیح اعداد و شمار کی بنا پر اس رنگ میں تیار کئے جائیں کہ اعداد و شمار کے استعمال میں دجل نہ ہو، بے انصافی نہ ہو۔ رعایا جن کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری تم پر عائد کی گئی ہے ان سب کے وہ حقوق جو اللہ تعالیٰ نے قائم کئے ہیں اور جن کی طرف راہنمائی اس شخص یا اس خاندان یا اس خطہ کی قوتیں، قابلیتیں اور استعدادیں کر رہی ہیں پورے ہو جائیں یعنی سارے پاکستانیوں کے حقوق پورے ہو جائیں۔ پھر اگر کچھ بچ جائے یعنی اگر زائد پیداوار ہو تو اس کے متعلق

قرآن کریم نے بعض اوراحکام دیئے ہیں ان پر عمل کیا جائے گا۔

تیسرے یہ فرمایا کہ اعداد وشمار جو ہوں گے ان کے متعلق تمہیں کچھ فیصلے کرنے پڑیں گے مثلاً ایک بنیادی فیصلہ تو یہی ہے کہ دجل سے کام نہیں لینا۔غرض اس کا جو منفی حصہ ہے وہ تو اس پہلے مطالبہ سے تعلق رکھتا ہے کہ اعداد وشمار کے استعمال کے وقت دجل نہیں کرنا ،ظلم نہیں کرنا ، بے انصافی نہیں کرنی بلکہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اصول پر منصوبے بنانے چاہئیں اوراعداد وشمار کا جو صحیح استعمال ہے وہی استعمال ہو غلط استعمال نہ ہو۔

۱۹۴۷ء میں جب باؤنڈری کمیشن بیٹھا تو اس کمیشن کے سامنے اعداد وشمار پیش کرتے ہوئے دجل کیا گیا۔ ہندوؤں نے یہ دجل کیا کہ انہوں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے یہ بات پیش کر دی کہ گو ضلع گورداسپور کی مجموعی آبادی میں مسلمان زیادہ ہیں لیکن ضلع کی بالغ آبادی میں اکثریت ہندوؤں کی ہے اور چونکہ ووٹ بالغ آبادی نے دینا ہے اس لئے یہ ضلع بھارت میں شامل ہونا چاہئے۔ہم جب وہاں سے واپس آئے تو ہم سب بہت پریشان تھے۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ ڈالا کہ اگر ہمیں ۱۹۳۵ء کی سنسز رپورٹ (Census Report) مل جائے کہ اس وقت تک سب سے آخر میں ۱۹۳۵ء میں ہی سنسز (CENSUS) ہوئی تھی اور ایک کیلکولیٹنگ مشین Calculating Machine مل جائے جو جلد جلد ضرب اور تقسیم کرتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے راتوں رات ایک ایسا نقشہ تیار کر سکتا ہوں کہ اس سے ضلع گورداسپور کی بالغ آبادی کی صحیح تعداد (Census) کے اصول کے مطابق معلوم ہو جائے گی ۔سنسز (Census) کے متعلق انہوں نے بعض اصول مقرر کئے ہوئے ہیں اور انہوں نے عمر کے لحاظ سے گروپ بنائے ہوئے ہیں اور ہر گروپ کی وفات کی فی صد انہوں نے مقرر کی ہوئی ہے۔وہ تو ایک سال کی عمر سے شروع کرتے ہیں لیکن ہم نے ایسی عمر سے یہ کام شروع کرنا تھا کہ انہیں ۱۹۴۷ء میں بلوغت تک پہنچا دیں مثلاً انہوں نے یہ اصول بنایا ہوا ہے کہ تین سال کی عمر کے بچے چار سال کی عمر کے ہونے تک سَو میں سے بچانوے رہ جائیں گے۔ پھر چار سال سے پانچ سال کی عمر کے ہونے تک وہ سَو میں سے اٹھانوے رہ جائیں گے۔ بہر حال انہوں نے بعض اسی قسم کے اصول وضع کئے ہوئے ہیں اور ہمیں ہر گروپ کو ضربیں اور تقسیمیں دے کر ہندوؤں اور مسلمانوں کی علیحدہ علیحدہ تعداد نکالنی تھی اور وہ تعداد معلوم کرنی تھی جو ۱۹۴۷ء میں بالغ ہو چکی تھی اور جو پہلے بالغ تھے ان کی تعداد تو پہلے ہی دی ہوئی تھی ،

میں نے حضرت فضل عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا تو حضور نے فوراً مناسب انتظام کر دیا۔ راتوں رات مجھے شاید پچاس ہزار یا ایک لاکھ ضربیں دینی پڑیں اور تقسیمیں کرنی پڑیں لیکن بہر حال ایک نقشہ تیار ہو گیا اور اس نقشہ کے مطابق ضلع گورداسپور کی مسلم بالغ آبادی کی فی صد مجموعی لحاظ سے کچھ زائد تھی۔ کم نہیں تھی۔ اگلے دن صبح جب مکرم چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے یہ حساب پیش کیا تو ہندو بہت گھبرائے کیونکہ وہ تو اپنے آپ کو حساب کا ماہر سمجھتے تھے اور انہیں خیال تھا کہ مسلمانوں کو حساب نہیں آتا۔ بہر حال میں بتا رہا تھا کہ اعداد و شمار کو ظالمانہ طریق پر بھی استعمال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن ہمارے رب کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہیں سٹیٹس ٹکس (Statistics) یعنی اعداد و شمار پر اپنے منصوبہ کی بنیاد رکھنی پڑے گی لیکن ان اعداد و شمار کا استعمال مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے ماتحت ہونا چاہئے۔ اس میں دجل نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم نہیں ہونا چاہئے، بے انصافی نہیں ہونی چاہئے۔ حق تلفی نہیں ہونی چاہئے اعداد و شمار کا استعمال ہماری ہدایت کے مطابق ہو۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اعداد و شمار جب تمہارے سامنے آئیں گے تو تمہیں کچھ فیصلے کرنے پڑیں گے مثلاً یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ کپڑا بننے کے کتنے مزید کارخانوں کی ضرورت ہے۔ شکر کے کارخانے کتنے اور چاہئیں۔ لوہا کتنا چاہئے۔ سیمنٹ کتنا چاہئے۔ ہزار قسم کی چیزیں ہیں جن کی آج دنیا میں ضرورت پڑتی ہے ان میں سے ہر چیز کے متعلق فیصلہ کرنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ فیصلہ اس کی صفات کے پرتو کے نیچے ہونا چاہئے، تا تم اس کی رحمت کے سایہ تلے رہو اور اس لئے اس کی رحمت کے سایہ تلے رہو کہ اس طرح تم اس کی صفات کے مظہر بن جاؤ۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی قضا اور فیصلے کو بنیادی رنگ میں کس طرح پیش کیا ہے، کیا تعلیم دی ہے، کیا بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات جب فیصلے کرتی ہیں تو ان کی کیا شکل ہوتی ہے جب ہم قرآن کریم پر اس لحاظ سے غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ سورہ مومن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ (مومن:۲۱) جب اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے تو وہ حق و حکمت کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔ اس لئے اس نے فرمایا اے میرے بندو! جب تم یہ فیصلہ کرو کہ اقتصادی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کس قسم کے منصوبے تیار ہونے چاہئیں تو ''حق'' کو مدنظر رکھو۔ ''حق'' کے لفظ کو عربی زبان موافقت اور مطابقت کے معنے میں استعمال کرتی ہے لیکن میں چونکہ اقتصادیات کا ذکر کر رہا ہوں

اس لئے اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ حقوق کے مطابق تمہارے فیصلے ہونے چاہئیں۔ اس کے معنے یہی ہیں کہ وہ فیصلے حکمت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ یہ بات بھی حقوق کے اندر ہی آجاتی ہے مثلاً حکیمانہ فیصلہ یہ ہوگا کہ ہر عمر کے لحاظ سے جس قسم کی غذا ہماری رعایا کو چاہئے وہ غذا اس عمر کے گروپ کے لئے مہیا کی جائے اور منصوبہ اس کے مطابق بنایا جائے مثلاً دودھ ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر تک دودھ بڑا ضروری ہے۔ بڑی دیر کی بات ہے میں جب انگلستان میں پڑھا کرتا تھا اس وقت بھی انگریز قوم کو اس طرف توجہ تھی اور لوگ بڑا اچھا خالص دودھ موٹروں وینز (Vans میں جو سامان اٹھانے کے لئے ہوتی ہیں) میں لادے چھوٹے چھوٹے دیہات اور قصبوں میں بھی پھرتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ بعض بچوں کو میں نے اس نیت سے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا کہ مجھے ان کے اخلاق اور عادات کے متعلق علم حاصل کرنا ہوتا تھا اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرے ساتھ بے تکلف ہو جائیں۔ اسی طرح سکولوں وغیرہ میں بھی خالص دودھ مہیا کیا جاتا تھا۔

یہ تو ایک مثال ہے۔ اصول یہ ہے کہ ہر عمر کے لحاظ سے مختلف قسم کی غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ جس قسم کی غذا کی کسی عمر کے بچے کو ضرورت ہے وہ غذا اسے ملنی چاہئے۔ پھر ایک ہی عمر میں بچے کانسٹی ٹیوشنلی (Constitutionally) یعنی بناوٹ کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں اور بناوٹ کا یہ اختلاف، اختلاف غذا کا تقاضا کرتا ہے۔ ایک بچہ ایسا ہے جس کا جسم زیادہ دودھ مانگ رہا ہے۔ ایک بچہ ایسا ہے جس کا جسم زیادہ پروٹینز (Proteins) مانگ رہا ہے ایک بچہ ایسا ہے جس کا جسم زیادہ سٹارچ (Starch) مانگ رہا ہے۔ ایک بچہ ایسا ہے جس کا جسم زیادہ فیٹ (Fat) یعنی چکنائی اور مکھن وغیرہ مانگ رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے فیصلے حکمت کے تقاضوں کو پورا کرنے والے ہوں۔ میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ رب العالمین نے جو قوتیں عطا کی ہیں ان کی کامل نشوونما ہونی چاہئے اور اس کامل نشوونما کے لئے ایک بچہ کا جسم ہمیں کچھ کہہ رہا ہے اور دوسرے بچہ کا جسم ہم سے کچھ اَور مطالبہ کر رہا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے فیصلے حکمت کے ماتحت ہونے چاہئیں اور جس قسم کی پکار کسی کی قوت اور استعداد کی ہے اس پکار کو سننا تمہارا فرض ہے اور اس کی ضرورت کو پورا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔

پھر اس میں یہ بھی آجاتا ہے کہ فیصلہ کرتے وقت ساری رعایا کا خیال رکھنا چاہئے اور جیسا کہ میں

نے بتایا ہے، ساری رعایا سے مراد میری اس کی مجموعی حیثیت نہیں ، بلکہ اس کے گروپ بنائے جائیں ، کیونکہ کسی گروپ کا زبان حال سے اقتصادی لحاظ سے کچھ مطالبہ ہے اور کسی کا کچھ مطالبہ، اور یہ سارے مطالبے پورے ہونے چاہئیں کیونکہ اگر ہم یہ مطالبے پورے نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی عطا کی نشو ونما اپنے کمال تک نہیں پہنچ سکتی اور مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے نشو ونما میں اپنے کمال تک پہنچے اور یہی مقصود ہے اسلام کی اقتصادی تعلیم کا اور اس کے لئے ساری تفصیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے۔

''حق'' کے معنے بہت وسیع ہیں اور یہ آیت جو میں نے ابھی پڑھی ہے انسان کے ہر شعبہ زندگی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، لیکن میں اس وقت اقتصادیات کے متعلق بات کر رہا ہوں اور بار بار اس بات کو اس لئے دہراتا ہوں تا کسی کے دماغ میں خلط یا اشتباہ پیدا نہ ہو۔ بہر حال حق کے معنی کے اندر یہ آتا ہے کہ اقتصادی حقوق کی ادائیگی کے لئے کس چیز کو مدنظر رکھا جائے یعنی جن اندازوں کے مطابق کوئی چیز چاہیئے ان کے لحاظ سے وہ چیز پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور جس وقت اس چیز کی ضرورت ہو اس کو فورسی (Foresee) کرنا حق کا تقاضا ہے۔ مثلاً پہلے یہ اندازہ لگایا جائے گا کہ اگلے دس سال کے بعد پاکستان کی آبادی اتنی ہو جائے گی اور پھر اس آبادی کو مدنظر رکھ کر اس وقت کے لئے منصوبہ تیار کرنا یَقْضِی بِالْحَقِّ کے اندر آ جاتا ہے۔ حق کے لغوی معنی کے اندر یہ بات پائی جاتی ہے کہ وقت اور اندازہ کا خیال رکھا جائے یعنی یہ بات اس کے معنی کے اندر پائی جاتی ہے کہ ایسے وقت میں وہ چیز حاصل ہو، جب اس کی ضرورت لاحق ہو۔ کئی ایسی چیزیں ہیں جن کے لئے دس سال پہلے تیاری کی جاتی ہے۔ مثلاً غذا کا مسئلہ ہی ہے، پہلے ہمارے ملک میں غذا کی پیداوار میں کمی ہو گئی تھی۔ اب ہمارے ملک میں غذا کی پیداوار ضرورت کے مطابق ہو گئی ہے لیکن چونکہ آبادی بڑھ رہی ہے اس لئے منصوبہ بناتے وقت آج ہمیں دس سال بعد کی ضرورت کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ورنہ ہم دس سال بعد اپنی ضرورت کو پورا نہیں کر سکیں گے جس کا یہ مطلب بھی ہے کہ ''حق'' کے معنی میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ آئندہ نسلوں کا خیال رکھنا بھی حال کی نسل پر لازم ہے۔ بہر حال اسلامی اقتصادی تعلیم کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کا حق جو خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے پورا ہو اور پھر جس وقت کے لئے وہ حق قائم کیا گیا ہو اس وقت وہ حق پورا ہو۔ یعنی ایک تو یہ ہے کہ آج جو حقوق کسی کے قائم کئے گئے ہیں وہ پورے ہوں لیکن زندگی اور موت ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے کوئی آتا ہے اور کوئی چلا جاتا ہے۔ حقوق کے نقشہ میں ہر آن تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ مجموعی طور پر

نسل بڑھ رہی ہے اور نسل بڑھنی ہی چاہئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ ہمارے نزدیک اب پھر دنیا میں ایک غلط قسم کا دَور شروع ہوا ہے۔ جس وقت میں پڑھا کرتا تھا اس سے دس پندرہ سال پہلے انگلستان میں ایک بڑی مہم چلی تھی کہ نسل نہ بڑھائی جائے اور جب ہم پڑھا کرتے تھے اس وقت انہوں نے کہا کہ اگر نسل بڑھنے کی یہی رفتار رہی تو آئندہ سَو سال کے بعد کوئی انگریز باقی نہیں رہے گا۔ سب انگریز مر چکے ہوں گے۔ اس لئے زیادہ بچے پیدا کرو۔ انسان چونکہ جاہل ہے، غیب کی باتوں کا اسے علم نہیں۔ اس لئے وہ غلط اندازے کر کے غلط فیصلے کر جاتا ہے۔

نسل بہرحال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور وہی رزّاق ہے اس لئے ہمیں اس کی فکر نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن منصوبہ بندی کا جو کام ہے وہ ایک حد تک اور ایک دائرہ کے اندر، اللہ تعالیٰ نے انسان کے سپرد کیا ہے۔ اس دائرے کے اندر جب بھی ہم کوئی منصوبہ بنائیں تو اس میں اگلی نسل کا خیال رکھنا ضروری ہے اور پھر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ حق کی ادائیگی ہو اور جب بھی کوئی حق پیدا ہو قوم اس کو ادا کرنے کے لئے پہلے سے تیار ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ کے جو فیصلے ہوتے ہیں وہ عدل وانصاف پر ہوتے ہیں، اس کے دوسرے معنے یہ کئے گئے ہیں۔ میں تمہیداً بیان کر دوں کہ اس آیت کے جو معنے پہلے کئے گئے ہیں وہ بھی اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ لیکن فَاِذَا جَآءَ رَسُوۡلُهُمۡ قُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ (یونس:۴۸)
کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امت کی طرف رسول بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہی عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کئے جاتے ہیں اور حقوق قائم کئے جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا وجود اور کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو ہر جہت سے کامل ہو اور جو ہر علم پر محیط ہو اور اللہ تعالیٰ ہی حق کو قائم کر سکتا ہے۔

پس فرمایا: فَاِذَا جَآءَ رَسُوۡلُهُمۡ قُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ (یونس:۴۸) کا مطلب یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ خاتم النبیین کی حیثیت میں ایک کامل اور مکمل شریعت لے کر آئے تو تمام حقوق کو قائم کرنے اور تمام حقوق کی ادائیگی کے متعلق جو تعلیم تھی وہ بھی اپنے کمال کو پہنچ گئی۔

قُضِيَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ میں پیداوار کی تقسیم کے متعلق ہدایت دی گئی ہے۔ جب کوئی منصوبہ بنایا جاتا ہے تو اس کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک پہلو ہوتا ہے پیدا کرنا اور دوسرا پہلو یہ ہوتا ہے کہ اس منصوبہ

نے جو پیدا کیا ہے اس کو تقسیم کرنا۔ اب مثلاً باوجود اس کے کہ ہماری حکومت اور ہمارے ملک کا یہ منصوبہ بڑا کامیاب ہوا ہے کہ ضرورت کے مطابق اجناس ملک میں پیدا ہو جائیں اور اب ہمارے ملک میں مجموعی لحاظ سے غذا کی کمی نہیں ہے، یعنی مجموعی لحاظ سے جتنا کھانا سارے پاکستانیوں کو ملنا چاہئے تھا وہ پیدا ہو گیا لیکن اس کے باوجود آپکو ملک میں بھوکے نظر آئیں گے اس لئے کہ رزق تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق پیدا ہو گیا لیکن اس کی تقسیم جو انسان نے کرنی تھی وہ صحیح نہیں ہوئی، اس کے اندر نقص رہ گیا ہے۔ اسی نقص کی وجہ سے گو گندم وافر مقدار میں ملک میں موجود ہے مگر پیٹ بھوکے ہیں۔ پیٹ خالی ہیں کیونکہ ان پیٹوں تک گندم نہیں پہنچتی۔ اس کا انتظام نہیں کیا گیا۔ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ میں ہمیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم کوئی منصوبہ بناؤ تو وہ منصوبہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ایسا ہونا چاہئے کہ اس میں سب کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہو۔ اور اگر تم خدائی ہدایت پر عمل کرو گے تو ایسا ہوگا کہ اس کی تقسیم بھی منصفانہ ہوگی اور پھر اس کے بعد کوئی پیٹ بھوکا نہیں رہے گا، کوئی تن ننگا نہیں رہے گا۔ کوئی خاندان بغیر سایہ کے نہیں رہے گا۔ کوئی بیمار یہ حسرت دل میں لے کر نہیں مرے گا کہ میرا علاج ہونا چاہئے تھا مگر مجھے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ نہ ننگ نظر آئے گا اور نہ کوئی ہاتھ مانگنے کے لئے دوسرے کے سامنے پھیلے گا۔ ہر شخص کی عزت قائم ہوگی۔ ہر شخص کو اس کا حق مل رہا ہوگا لیکن حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے، وہ حق نہیں جو لوگ اپنی طرف سے بنالیں۔

تیسری بات جو منصوبہ بناتے وقت مدنظر رکھنی چاہئے جزا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جزا بھی مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے ماتحت ہو یعنی خالصۃً اللہ کے لئے ہو۔ میں نے شروع میں اشارہ کیا تھا کہ جب ہم کوئی منصوبہ بناتے ہیں تو بہت سوں کو کچھ بدلے بھی دیئے جاتے ہیں۔ یہ منصوبہ کا ایک لازمی حصہ ہے لیکن چونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اس حصہ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں انشاء اللہ اگلے جمعہ بیان کروں گا۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۶؍نومبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۳ تا ۸)

☆......☆......☆